قیوم قریشی (راولپنڈی)

گدھے پر ریشم کی چادر

فرمانِ خداوندی ہے کہ اللہ جو قادر مطلق ہے جسے چاہے ایمان و یقین کی روشنیوں سے منور صراطِ مستقیم پر رواں دواں کر دے اور جسے چاہے گمراہی کے گھپ اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے۔ اس کارخانہ قدرت میں یہ ضروری نہیں کہ جسے صراطِ مستقیم حاصل ہو گیا وہ کوئی بہت بڑا صاحب علم ہی ہو اور جو گمراہ ہو گیا وہ علم سے قطعی بے بہرہ تھا اور بظاہر جاہل مطلق تھا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جو اپنے آپ کو علم و فضل میں یکتا سمجھتے تھے۔ لیکن انہیں صراطِ مستقیم نصیب نہ ہو سکا اور چشم فلک نے ایسے گنوار اور بے علم بھی دیکھے ہیں جو صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے دوسروں کے لیے ایک مثال بن گئے۔

دادا جان حکیم مولوی عمر دین مرحوم و مغفور اپنے وقت کے ایک نامور اور صاحب کمال طبیب بھی تھے اور مدرس بھی' طب کے شعبے میں وہ حکیم نورالدین کے شاگرد تھے جو خود طب کے شعبے کا اس وقت امام سمجھا جاتا تھا اور جس کے علم و فضل کا دور دور تک شہرہ تھا۔ ریاست جموں کشمیر میں حکیم نورالدین ایک طرح سے شاہی حکیم کے منصب پر فائز تھا۔ وہ دادا جان کو اپنا شاگرد رشید قرار دیتا تھا اور ان پر فخر کرتا تھا اور اس کا یہ فخر ہرگز بے جا نہیں تھا۔ یہ بات ایک مثال سے واضح ہو جائے گی۔ ایک دفعہ بیک وقت ایک ہی مرض میں مبتلا دو مریض آئے جن میں سے ایک اچھا خاصا امیر تھا اور دوسرا اتنا ہی غریب۔ امیر مریض تو نورالدین کے زیر علاج آ گیا اور غریب مریض دادا جان کے حصے میں آیا۔ دونوں کا علاج ایک ساتھ شروع ہوا اور دونوں ایک ساتھ صحت یاب ہوئے۔ امیر مریض نے اپنے معالج نورالدین کو ڈیڑھ سو روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا اور غریب مریض نے اپنے معالج عمر دین کو صرف ڈیڑھ روپیہ دیا۔

بڑے ہلکے پھلکے انداز میں دادا جان مرحوم نے حکیم نورالدین سے شکوہ کیا:

> ''استادِ محترم! یہ تو بڑی ناانصافی ہوگی، ایک ہی طرح کی محنت کا معاوضہ آپ کو ڈیڑھ سو روپے ملے اور مجھے صرف ڈیڑھ روپیہ'' اس پر استاد نے شاگرد سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''عمر دین! تم نے علم کمروں میں بیٹھ کر حاصل کیا ہے لیکن میں نے اسی علم کے حصول کے لیے کہاں کہاں خاک چھان ماری، تم اس کی تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں ایک مرتبہ صرف ایک مسئلے کے حل کے لیے ہر روز ایک گھوڑ سوار صاحب علم کے ساتھ نو دس میل تک دوڑتا چلا جاتا تھا اور اپنے سوالوں کے جواب حاصل کرتا تھا' اس لیے اس صاحب علم کے پاس کوئی اور فرصت کا وقت ہی نہیں تھا۔''

یہی وہ پس منظر تھا' جس میں جب حکیم نورالدین نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تو دادا جان مرحوم پریشان ہو گئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ ایک اتنا بڑا عالم و فاضل' جس نے اتنی زیادہ محنت کے ذریعے علم حاصل کیا ہو' آخر کس طرح جھوٹی نبوت پر ایمان لا سکتا ہے۔ جس وقت یہ سب کچھ ہوا' اس وقت نورالدین ریاست کی ملازمت چھوڑ کر جا چکا تھا اور اس نے بھیرہ میں کوئی مطب قائم کر لیا تھا۔ دادا جان مرحوم اپنے استاد کے مرتد ہونے کی اطلاع پر جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں' بہت پریشان تھے اور وہ اپنی پریشانی کو دور کرنے کے لیے اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ بھیرہ پہنچ گئے۔ انہوں نے جب حکیم نورالدین سے اس کے ارتداد کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے کوئی کافی وشافی جواب دینے یا اس سلسلے میں کسی بحث میں الجھنے سے انکار کر دیا' لیکن اپنے شاگرد رشید کے شدید اصرار پر وہ کچھ نہ کچھ کہنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے دادا جان اور ان کے ساتھی کو مشورہ دیا کہ:

''آپ دونوں مسجد میں قیام کریں اور استخارہ کریں۔ آپ کو جو کچھ بھی نظر آئے
وہ آپ میرے سامنے بیان کر دیں''

دادا جان مرحوم کے ذہن میں تو اپنے استاد کا علم و فن تھا' اس لیے یہی بات اس وقت بھی ان کے ذہن پر سوار تھی' جب وہ نماز ظہر کے بعد استخارہ کی دعا کر کے سوئے' یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ ان کے ساتھی کے ذہن میں کیا تھا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ دونوں کو ایک ہی طرح کی بشارت ہوئی۔ دونوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گدھا ہے' جس کے اوپر ریشم کی چادر پڑی ہوئی ہے۔ اور اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل و کرم سے کام لیتے ہوئے حکیم نورالدین کے علم و فضل کی اصل حقیقت کھول دی۔

ہمارے بزرگوں سے یہ ساری داستان جس طرح ہم تک پہنچی ہے' اس کی رو سے دادا جان اور ان کے ساتھی نے جب اپنے یکساں خواب حکیم نورالدین کو سنائے تو اس سے اس پر آمنا و صدقنا تو کہا لیکن اپنے ارتداد سے رجوع کرنے سے اپنی شدید معذوری کا اظہار کیا۔ وہ اپنے شاگرد دیرینہ کے سامنے اس قدر شرمندہ تھا کہ اس نے داد جان مرحوم سے آنکھیں ملائے بغیر ان سے جو کچھ کہا اس کا مفہوم کچھ یوں بنتا ہے:

''عمر دین! اصل حقیقت تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں لیکن میں نے جو راہ اختیار کی ہے میں اس پر چلنے پر مجبور ہوں۔ اس لیے یہ سمجھ لو کہ آج سے میری اور تمہاری راہیں جدا جدا ہیں اور اب آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے بھی نہیں۔''

اور پھر ان کے درمیان کبھی کوئی ملاقات نہ ہوئی۔

نورالدین' جس کے علم و فضل کی حقیقت ہم گدھے پر ریشم کی چادر کے اشارے سے جان چکے ہیں' قادیانی مذہب مس ی خلیفہ اوّل قرار پایا اور پھر غلام احمد قادیانی کے مرنے کے بعد اس جھوٹے منصب پر فائز بھی رہا۔ بھیرہ سے

واپس آنے کے بعد دادا جان مرحوم ومغفور نے کئی راتیں سجدے کی حالت میں رو رو کر گزاریں۔ انہیں صدمہ یہ تھا کہ ان کے دل میں خواہ نورالدین کے جعلی علم وفضل کے حوالے سے ہی سہی' کچھ نہ کچھ تزلزل آخر پیدا کیوں ہوا اور وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اس لغزش کی معافی مانگتے رہے اور ہمیں ایمان کی حد تک یقین ہے کہ رب کریم نے انہیں اپنی بے پایاں رحمت کو بروئے کار لاتے ہوئے معاف کر دیا ہوگا۔ اس لیے کہ ان کی آل اولاد صراطِ مستقیم ہی پر رواں دواں رہی۔

اور ہم اس خدائے بزرگ و برتر کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمارے بزرگوں کو سیدھی راہ سے بھٹکنے نہ دیا اور الحمدللہ اس طرح ہمارا ''اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے آخری نبی ہیں'' پر ایمان قائم ودائم ہے' ورنہ ہمارے سامنے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ اور ہیگ کی بین الاقوامی عدالت انصاف کے ایک سابق جج سر ظفراللہ خان کی مثال بھی ہے' جس کی گمراہی کا سامان بھی غیب ہی سے ہو گیا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ظفراللہ خان کو جب وہ لڑکپن ہی کے دور میں تھا' تین دن مسلسل خواب میں کوئی آدمی نیکی کے کاموں کی تلقین کرتا ہے۔

چند دن گزرنے کے بعد وہ سیالکوٹ میں اپنی والدہ کے ہمراہ رام تلائی کے میدان کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اسے وہاں کوئی شخص تقریر کرتا ہوا نظر آیا' اس نے اپنی ماں سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہی وہ آدمی ہے جو مجھے خواب میں آ کر نیکی کے کاموں کی تلقین کرتا رہا ہے اور وہ غلام احمد قادیانی تھا۔ بس پھر کیا' سر ظفراللہ خان بھی قادیانی ہو گیا اور اپنی تمام تر علمی قابلیت کے باوجود ارتداد کی حالت میں مرا۔

☆......☆......☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

مرکزِ احرار
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

28 جولائی 2005ء
بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

فون: 061-4511961

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان